سوال

(336)عدالتی نکاح کی شرعی حیثیت

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ہمارے معاشرہ کا یہ بہت نازک مسئلہ ہے کہ لڑکی اور لڑکا آپس میں نکاح کےلئے رضا مند ہوتے ہیں لیکن والدین اس نکاح کےلئے آمادہ نہیں ہوتے، پھر وہ لڑکی گھر سے بھاگ کر عدالتی نکاح کرلیتی ہے، اس طرح اولاد بھی پیدا ہوجاتی ہے، اس قسم کی شادی کو کس طرح صحیح کہا جاسکتا ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

شریعت اسلامیہ میں جو لڑکی بھی گھر سے بھاگ کر اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے وہ نکاح باطل ہے، خواہ اس قسم کے نکاح کو کتنی ہی مدت کیوں نہ گذر جائے اور اس نکاح کے نتیجہ میں خواہ بچے بھی پیدا ہوجائیں، نکاح کےلئے ولی کی اجازت اور اس کی رضامندی بنیادی شرط ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

’’جب عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے، آپ نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے۔[1]

بلکہ جو عورت اپنے سرپرست سے بالا بالا خود ہی نکاح کرلیتی ہے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدکار قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

’’کوئی عورت کسی دوسری عورت کا (ولی بن کر) نکاح نہ کرے اور نہ ہی خود اپنا نکاح کرے بلاشبہ وہ عورت زانیہ ہے جس نے اپنا نکاح خود کرلیا۔[2]

اب عدالتی نکاح کو درست کرنے کی یہی ایک صورت ہے کہ ان کے درمیان علیحدگی کرادی جائے، جب اس پر کچھ وقت گزر جائے تو مشرقی روایات کے مطابق سرپرست کی رضا مندی اور اجازت کے ساتھ دوبارہ نکاح کیا جائے، کیونکہ شریعت پہلے نکاح کو درست تسلیم نہیں کرتی بلکہ اسے باطل قرار دیتی ہے، بیوی خاوند کو چاہیے کہ وہ عدالتی نکاح کرنے پر اللہ کے حضور خلوص دل سے توبہ کریں، اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے۔ (واللہ اعلم)

---

[1]ابوداود، النکاح: ۲۰۸۳۔

[2]ابن ماجہ، النکاح: ۱۸۸۲۔

ھذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ اصحاب الحدیث

جلد4۔ صفحہ نمبر:305

محدث فتویٰ